حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ

عالم اسلام کا ایک اور آفتاب غروب ہوگیا (دوسری اور آخری قسط)

مفتی محمد انعام الحق قاسمی
استاذ ومفتی دارالافتاء جامعہ

تصحیح و وضاحت

ماہنامہ بینات کے گزشتہ شمارے محرم الحرام ۱۴۴۲ھ میں زیرِنظر مضمون کی پہلی قسط شائع ہوئی تھی، جس سے متعلق دو باتوں کی وضاحت کی جاتی ہے:

۱:- صفحہ نمبر: ۴۱ پر حضرت مفتی سعید احمد پالن پوری صاحبؒ کو دارالعلوم دیوبند کا صدر مفتی شمار کیا گیا۔ جبکہ حضرت مفتی صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث وصدر المدرسین تو ضرور تھے، لیکن صدر مفتی کا مستقل عہدہ ہے جو حضرت مفتی صاحبؒ کے پاس نہیں تھا۔

۲:- صفحہ نمبر: ۴۵ پر حضرت مفتی صاحبؒ کو حضرت شیخ الہندؒ کے بعد دوسری وہ شخصیت لکھا گیا تھا جو بیک وقت شیخ الحدیث وصدر المدرسین دونوں عہدوں پر فائز تھے، جبکہ حضرت شیخ الہندؒ کے بعد حضرت علامہ کشمیریؒ اور حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ بھی اپنے اپنے اَدوار میں ان دونوں عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ اسی طرح شروع میں تو نہیں، لیکن بعد میں حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ اور حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحبؒ بھی دونوں عہدوں پر فائز رہے۔

ملاحظہ: نفحۃ العنبر، ص: ۱۲ میں حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے دونوں عہدوں کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح تاریخ دارالعلوم دیوبند، ج: ۲، ص: ۱۷۱ میں صدور المدرسین کی تفصیل درج ہے۔

(مفتی محمد انعام الحق قاسمی)

اصول وضوابط کے پابند تھے

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ترمذی شریف کے سبق میں معمولی تاخیر سے تشریف لائے، جب

نودرہ کے بائیں جانب یعنی جنوبی جانب سے پہلی منزل میں دارالحدیث کی جانب تشریف لارہے تھے تو دارالحدیث میں استاذ کے نہ ہونے کی وجہ سے طلبہ آپس میں باتیں کررہے تھے، معمولی شور ہورہا تھا (سن ۱۹۸۳ء میں ہمارے ساتھ آٹھ سو طلبہ تھے) شور سنتے ہی دارالحدیث کے دروازہ سے ناراض ہوکر واپس چلے گئے، دارالحدیث اور شور، دو تین دن سبق پڑھانے نہیں آئے، پھر اس کے بعد طلبہ گئے، معافی مانگی، آئندہ شور نہ کرنے کا وعدہ کیا تو دوبارہ سبق پڑھانا شروع کیا۔

اپنی بات سے رجوع کرنا

اگر سبق میں تقریر اور تشریح کے دوران کوئی تسامح ہوجاتا یا غیر مرجوح بات کو راجح قرار دیتے تو بعد میں درس گاہ میں آکر سبق میں بتادیتے کہ فلاں دن کے درس میں مثلاً فلاں حدیث کی تشریح میں فلانی غلطی تھی، اس کو درست کرلو، صحیح بات یہ ہے۔

اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ سبق پڑھانے کے بعد بھی پڑھائے ہوئے سبق کی تقریر کا جائزہ لیتے تھے، اگر جائزہ میں تمام باتیں صحیح معلوم ہوتیں تو شکر ادا کرتے اور اگر مرجوح معلوم ہوتیں تو بعد میں درس گاہ میں آکر اصلاح اور تصحیح فرماتے۔

''معارف السنن'' کا تذکرہ

ترمذی شریف کے درس میں سب سے زیادہ ''معارف السنن'' کی تشریحات کو نقل کرتے تھے، اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا بڑے ادب سے نام لیتے تھے۔

اور اگر کسی مسئلہ میں ہمارے احناف کے فقہاء اور شارحین میں اختلاف ہوتا تو محاکمہ کے بغیر آگے نہیں بڑھتے تھے، کسی ایک قول کو ترجیح دیتے اور ترجیح بھی زبانی کلامی نہیں، بلکہ دلیلوں سے مدلل کرکے دیتے، تاکہ طلبہ کے دل میں کسی قسم کی خلش اور اُلجھن نہ ہو۔

آخری نصیحت

جب ترمذی جلد اول کا سبق ختم ہوگیا تو کسی طالبِ علم نے کہا کہ حضرت! کتاب ختم ہوگئی، لہٰذا کوئی نصیحت فرمادیں، تو فرمایا کہ: ہمارے استاذ مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں تین نصیحتیں کی تھیں، میں وہی تین نصیحتیں آپ لوگوں سے کررہا ہوں، ان میں سے ایک نصیحت یہ تھی کہ کسی کے حوالہ پر اعتماد نہ کرنا جب تک کہ اس عبارت کو اصل کتاب میں خود نہ دیکھ لو، تو ایک طالبِ علم نے عرض کیا کہ: حضرت! اگر حوالہ دینے والا ابن حجرؒ ہو؟ حضرت مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''ابنِ جبل'' ہی کیوں نہ ہو، جب

تک کہ اصل کتاب کی مراجعت نہ کرلو، بالکل اعتماد نہ کرو۔

واقعی محققین، مصنفین اور مفتیان کرام کے لیے یہ بہت بڑی نصیحت ہے، اگر اس کو سونے کے پانی سے بھی لکھا جائے اس کا حق ادا نہیں ہوگا، اصل کتاب سے مراجعت کے بغیر کسی کے حوالہ پر اعتماد کر کے مضمون لکھنا، کتابیں تصنیف کرنا اور فتویٰ دینا گمراہی کے دروازے کو کھولنا ہے۔ بعض دفعہ عبارت کے سیاق وسباق کو کاٹ کر نقل کردیا جاتا ہے، بعض دفعہ اشکال کی عبارت کو نقل کردیا جاتا ہے، بعض دفعہ مصنف نے مخالفین کے دعویٰ اور مذہب کو نقل کیا ہے، اور بعد میں اس کا جواب آرہا ہے، یا کسی اور جگہ پر جواب ذکر کرنے کا وعدہ کیا ہے، وغیرہ، وغیرہ، اور ناقل جواب کے بغیر یا سیاق وسباق کے بغیر یا مخالف کی نقل شدہ عبارت کی صراحت کے بغیر درمیان سے عبارت نقل کردیتا ہے تو مطلب بدل جاتا ہے، اور لوگ اعتماد کر کے اس عبارت کو آگے نقل کرتے ہیں تو اس سے گمراہی کے راستے کھل جاتے ہیں اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے، اور لاشعوری طور پر شریعت کے خلاف کرتے جاتے ہیں۔

دوسری نصیحت یہ تھی کہ تہمت کی جگہ سے بچا کرو، اس لیے اگر کسی طالبِ علم سے کبھی خدمت لینے کی ضرورت ہو تو داڑھی والے کالے طالب علموں سے خدمت لو، کسی بے ریش اور گورے طالبِ علم سے کبھی بھی خدمت نہ لیا کرو۔

تیسری نصیحت ابھی ذہن میں نہیں۔ اب اگر کوئی عالم ان دو باتوں پر بھی عمل کرے گا تو اس کا دین اور عزت دونوں محفوظ ہوں گے، ورنہ شیطان اور نفسِ امارہ ہمیشہ برائی کا حکم دیتا ہے، اور آدمی کو جنت سے محروم کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے، اس لیے ان دو نصیحتوں پر عمل کرنے سے دین و دنیا دونوں محفوظ ہو جائیں گے۔

اہل وعیال کی تعلیم وتربیت کا خیال

حضرت مفتی صاحب مرحوم جس طرح مدرسہ کے طلبہ کی تعلیم وتربیت کا اہتمام فرماتے، اسی طرح بھائیوں اور اہل وعیال کی تعلیم وتربیت کا بھی خیال رکھتے تھے، آج کل اکثر علماء کا حال یہ ہے کہ مدرسہ کے طلبہ کی تعلیم وتربیت کا تو بہت اہتمام کرتے ہیں، لیکن اپنے بھائی، بہن اور اہل وعیال کی تعلیم و تربیت کا خیال نہیں کرتے، حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ ایسے نہیں تھے۔

تقریر

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر جامع، نہایت مبسوط، پرمغز، قرآن وحدیث کے دلائل، استنباط شدہ مسائل، علمی نکات، واضح مثالوں اور وضاحتی لطائف اور تاریخی واقعات اور حالات سے پُر ہوتی تھی، سننے کے بعد اعتراضات دور ہو جاتے، اشکالات ختم ہو جاتے، جسے لوگ سن کر اپنے دین و مذہب

پر پختہ اور مضبوط ہو جاتے ، اور ان پر اسلام کی حقانیت واضح ہو جاتی ۔

تصنیفی خدمات

تصنیفات صلبی اولاد کی طرح ہوتی ہیں، جس طرح اولاد پیدا ہونے سے خوشی کی کوئی حد نہیں ہوتی اور سب مبارک باد دیتے ہیں اور یہ بچے بڑے ہونے کے بعد نیک کام کر کے ثواب پہنچاتے ہیں، کمائی لاکر دیتے ہیں اور قبر پر آتے ہیں، اسی طرح کوئی کتاب لکھنے کے بعد جب پریس سے چھپ کر منظر عام پر آتی ہے تو لکھنے والے کو اس طرح نہیں بلکہ اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے، یہ کتاب دنیا میں کمائی لاکر دیتی ہے اور قبر میں ثواب پہنچنے کا ذریعہ بنتی ہے، اور پڑھنے والے قبر پر آکر زیارت ضرور کرتے ہیں، سلام پیش کرتے ہیں اور مغفرت کی دعا کر کے جاتے ہیں، اس لیے عالمِ دین کو چاہیے کہ دینی اور علمی اعتبار سے تصنیف اور تالیف کرلے، جب تک دنیا میں کتاب باقی رہے گی ثواب ملتا رہے گا، نام زندہ رہے گا، اس لیے یہ خوش قسمت لوگوں کے نصیب میں ہوتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب مرحوم نے بھی اپنی مبارک زندگی میں بہت ساری قیمتی کتابیں تصنیف کیں جو مختلف ممالک میں شائع ہو کر مشرق و مغرب میں پھیل چکی ہیں ۔ بہت ساری کتابیں' مدارسِ اسلامیہ کے نصاب میں داخل ہیں جو آسان، عام فہم اور حکمتوں سے لبریز ہیں اور ان کتابوں کی تعداد تقریباً پچاس کے لگ بھگ ہے، جن میں سے چند یہ ہیں:

۱:-تفسیر ہدایت القرآن، یہ آسان اور عام فہم ہونے کی وجہ سے عام وخاص میں مقبول تفسیر ہے۔

۲:-**فیض المنعم**: یہ مسلم شریف کے مقدمہ کی معیاری اور مقبول شرح ہے۔

۳:-**تحفة الدرر**: یہ ابن حجرؒ کی کتاب ''**نخبة الفكر**'' کی اردو زبان میں عام فہم بہترین شرح ہے۔

۴:-''آپ فتویٰ کیسے دیں؟'' یہ ''**شرح عقود رسم المفتی**'' کی نہایت عمدہ شرح ہے۔ تخصص فی الفقہ کے طلبہ کے لیے بہت ہی بڑا قیمتی تحفہ ہے۔

۵:-''**رحمة الله الواسعة**'' اردو شرح ''**حجة الله البالغة**''.

۶:-**زبدة الطحاوي**

۷:-''**تحفة الألمعي**'' شرح سننِ ترمذی (آٹھ جلدوں میں ہے)۔

۸:-''**تحفة القاري**'' شرح صحیح بخاری (بارہ جلدوں پر مشتمل ہے)۔

تصانیف کا معیار

☆ تصانیف اور تالیفات نہایت پر مغز، مرتب، آسان، اور جامع ہوتی تھیں، عام فہم، اور

خاص و عام میں یکساں مقبول تھیں، کسی کتاب پر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام آجانا آسان اور سہل الحصول ہونے پر دلیل ہوتا تھا، اس لیے آپ کی لکھی ہوئی اکثر کتابیں عربی مدارس کے نصاب میں شامل ہیں، جو حضرت کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔

☆ حضرت کی کتابوں میں ایسی محقق، حکیمانہ باتیں اور اسرار و رموز ملتے ہیں جو دوسری کتابوں میں مشکل سے دستیاب ہوتے ہیں، مزید یہ کہ حضرت مفتی صاحب نے تقریباً ہر موضوع پر قلم اُٹھایا ہے۔

''حجة اللّٰہ البالغة'' کی بے نظیر شرح

موجودہ دور میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''حجة اللّٰہ البالغة'' کی پانچ جلدوں میں ایک عظیم، آسان، مبسوط، جامع، بے نظیر اور لاجواب شرح لکھی ہے، اُسے پڑھنے سے ایسا لگتا ہے کہ گویا حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے براہِ راست استفادہ کرکے اور مقاصد وغیرہ معلوم کرکے لکھی ہے، نام اس کا ''رحمة اللّٰہ الواسعة'' ہے۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ تقریباً ڈھائی سو سال سے ''حجة اللّٰہ البالغة'' کی ایک جامع مانع شرح لکھنا اُمت کے ذمہ قرض تھا، حضرت نے شرح لکھ کر اُمت کی جانب سے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قرضہ اُتار دیا، ایسے خوش نصیب لوگ کبھی کبھار پیدا ہوتے ہیں، ہمیشہ پیدا نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین

''حجة اللّٰہ البالغة'' ایک قسم کا معجزہ ہے

''حجة اللّٰہ البالغة'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معجزات میں سے ایک ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے اُمتیوں کے ہاتھ پر ظاہر ہوا ہے، تو اس کی شرح ''رحمة اللّٰہ الواسعة'' بھی کچھ کم نہیں ہے، اس لیے اگر اس کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے معجزہ سے تعبیر کیا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔

اسلاف کی یادگار تھے

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر قدیم اسلاف و اکابر کی یاد تازہ ہوتی تھی، ان کو دیکھ کر ان کے درس میں شریک ہوکر اکابر و اسلاف کے بارے میں جو باتیں اپنے اساتذہ اور بڑوں سے سنی ہیں ان پر یقین اور مشاہدہ بھی ہوجاتا تھا۔

خصوصیات

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہت ساری خصوصیات تھیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

ماحول کو اسی طرح بنانے کی کوشش کریں، تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہم پر بھی نازل ہو، اور خوش گوار پُرسکون زندگی نصیب ہو۔

حضرتؒ کا مزاج اور دیوبندیت کا اعتدال

آپ کا ذوق، نازک اور طبیعت سادہ، نفیس تھی۔ مزاج میں اعتدال واستقلال اور رائے میں پختگی تھی۔ حق گوئی میں کسی سے ڈرنے والے نہیں تھے۔ حق اور باطل، اور صواب وخطا کے درمیان امتیاز کرنے کی بہت زیادہ صلاحیت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی تھی، اور حقائق ومعارف کو سمجھنے میں آپ بے مثال تھے۔

متعلقین کی کتابوں کی تصحیح

مفتی صاحب جس طرح درس وتدریس، تصنیف وتالیف، دعوت وارشاد اور تقاریر میں مشغول ہوتے، اسی طرح اپنی اور اپنے متعلقین کی کتابوں کی تصحیح اور طباعت کا بھی اہتمام فرماتے۔

ملاقات

اگر کوئی شخص باہر سے حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کے لیے آتا تو اس کو کسی قسم کی تکلیف اُٹھانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، درس وتدریس کے اوقات کے علاوہ باقی اوقات میں ملاقات کے لیے آنے والوں کے لیے گھر کے دروازے کھلے رکھتے تھے، البتہ مدرسہ کے طلبہ کے لیے صرف عصر سے مغرب کے درمیان اوقات میں ملاقات کرنے کی اجازت ہوتی تھی۔

دارالافتاء کے فتوے کے خلاف فتویٰ نہیں دیتے تھے

☆ مفتی صاحب بہت بڑے عالم، بہت بڑے محقق، اور مانے ہوئے مدقق بھی تھے، اور بعض مسائل میں ان کی ذاتی رائے دارالافتاء کی رائے کے خلاف ہوتی، لیکن فتویٰ ہمیشہ دارالافتاء کے فتوے کے مطابق دیتے، اپنی رائے کے مطابق فتویٰ نہیں دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ: ’’میں دارالعلوم دیوبند کا صدر المدرسین بھی ہوں اور شیخ الحدیث بھی ہوں، دارالعلوم دیوبند کے فتوے کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں دے سکتا، چوں کہ میں اس کا نمائندہ ہوں، اس کے خلاف کیسے فتویٰ دے سکتا ہوں؟‘‘

☆ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فقہی مسائل میں کسی قسم کی رعایت اور حیلوں کے روادار نہیں تھے۔ پرانے اسلاف واکابر کی طرح دوٹوک، ٹھوس اور صحیح مسئلہ بتایا کرتے تھے۔ مصلحت کوشی کی بنا پر دین کو نہیں بگاڑتے تھے، آخری عمر تک انتہائی عزیمت والے مسائل پر عمل کرتے رہے۔